حجیت حدیث

مختصر سوالات

سوال نمبر01 | منکرین حدیث کو کس نام سے جانا جاتا ہے؟

جواب: منکرین حدیث کے فرقے کو فرقہ قرآنیہ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

سوال نمبر02 | احادیث مبارکہ سے متعلق اہل اسلام کا عقیدہ کیا ہے؟

جواب: احادیث مبارکہ سے متعلق اہل اسلام کا عقیدہ شروع سے یہی رہا ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال افعال اور اعمال قیامت تک آنے والی امت کے لیے رہنما اصول ہیں اور انہی کے ذریعے امت ہدایت کا نور حاصل کرتی رہے گی۔

سوال نمبر 03 | احادیث مبارکہ سے متعلق منکرین حدیث کا عقیدہ کیا ہے؟

جواب: منکرین حدیث کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی ورسول کی حیثیت محض ایک قاصد کی سی ہوتی ہے اور اللہ کا پیغام امت تک پہنچا دینے کے بعد نبی کو اُمت سے کچھ بھی کہنے اور سننے کا حق باقی نہیں رہتا اور نبی کی حیثیت عام انسان کی سی ہو جاتی ہے منکرین حدیث کے نزدیک منصب نبوت و رسالت کے اعتبار سے نبی کی کوئی دینی اور شرعی حیثیت نہیں بلکہ نبی مسلمانوں صرف مسلمانوں کا امیر جماعت اور ناظم (لیڈر) ہونے کی حیثیت سے واجب الاطاعت ہوتا ہے باقی نبی ہونے کی حیثیت سے نبی کا کوئی قول اور فعل حجت نہیں ہے۔

سوالنمبر04 | منکرین حدیث کے فتنے کی ابتداء کب ہوئی؟

جواب: منکرین حدیث کے فتنے کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہوا اس فتنے کی ابتداء کرنے

والے خوارج اور معتزلہ تھے مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی "خوارج کے اعتقادات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں انکار حدیث کے فتنے کی بنیاد سب سے پہلے خوارج نے رکھی کیونکہ ان کے عقائد کی بنیاد ہی اس پر تھی کہ جو بات قرآن سے ملے گی اسے اختیار کریں گے ان کے فتنے خاتمے کے

ساتھ ہی اس فتنے نے برصغیر میں بھی سر اُٹھایا۔

سوالنمبر05 | قرآن منکرین حدیث کے انکار حدیث کے عقیدے کو کیسے بیان کرتا ہے؟

جواب: منکرین حدیث کا نبی کی شرعی حیثیت سے انکار کرنے کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے **"قَالُوٓا مَآ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا"** (کفار نے انبیاء علیہم السلام سے یہ کہا کہ نہیں ہو تم مگر ہم جیسے آدمی) قرآن کی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے قول کو حجت نہ ماننا مشرکین اور کفار کا عمل تھا۔

سوالنمبر06 | منکرین حدیث کے عقیدے کے مطابق نبی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: منکرین حدیث کے مطابق منصب نبوت کی وجہ سے نبی کی کوئی خاص شرعی حیثیت نہیں ہے بلکہ نبی کا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچادے اُس پیغام کے پہنچادینے کے بعد نبی بھی عام انسانوں کے برابر ہوجاتا ہے اور اس کا کوئی عمل حجت نہیں بن سکتا صرف اللہ کا حکم ہی واجب العمل ہے اور غیر اللہ کے حکم کو ماننا شرک ہے۔

سوالنمبر07 | منکرین حدیث اپنے عقیدے کے دفاع کے لیے کونسی آیت پیش کرتے ہیں؟

جواب: منکرین حدیث اپنے خود ساختہ عقائد کے دفاع کے لیے مختلف قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں لیکن نبی ﷺ کے حکم کا انکار کرنے کے لیے خاص اس آیت کو پیش کرتے ہیں۔ **"اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ"** (الانعام:57) **ترجمہ:** "حکم صرف اللہ کا ہے"

سوالنمبر08 | منکرین حدیث کے انکار حدیث کی اصل وجہ کیا ہے؟

جواب: منکرین حدیث کے انکار حدیث کی بہت سی وجوہات ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(1) طبعیت میں آزادی ہے اور آزاد ہی رہنا چاہتی ہے اس لیے قرآن کی تشریح بھی اپنی مرضی، طبعیت، خواہش اور نفس پرستی کی بنیاد پر کرنا چاہتے ہیں

(2) مغربی تہذیب، روایات اور کلچر سے مرعوب ہیں اور اس پر عمل کے لیے راہ نکالنا چاہتے ہیں جو احادیث کے انکار کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔

(3) عالم کفر کے سامنے اسلام کا ایسا چہرہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جو اسے قابل قبول ہو اسی کے لیے نبی ﷺ کی سنت واحادیث کا انکار کرتے ہیں۔

سوالنمبر09 | قرآن کا کلام اللہ ہونا کس طرح ثابت ہے؟

جواب: قرآن کا کلام اللہ ہونا بھی نبی ﷺ کے قول سے معلوم ہوا اور اسی طرح قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب نبی ﷺ ہی کے بتانے سے معلوم ہوئی ہے تو اگر منکرین حدیث احادیث کا انکار اس وجہ سے کرتے ہیں کہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی ہے اور ظن حجت نہیں ہو سکتا تو یہی اصول قرآن کے لیے بھی ہے کیونکہ قرآن بھی تو خبر واحد سے ہی ثابت ہے تو پھر کیا منکرین حدیث اب منکرین قرآن بھی بن جائیں گے

سوالنمبر10 | فتنہ انکار حدیث سے متعلق آپ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا تھا؟

جواب: آپ ﷺ نے بہت سے حوادث اور فتن کے حوالے سے امت کو خبر دی ایسے ہی آپ ﷺ نے فتنہ انکار حدیث کی بھی خبر دی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

نہ پاؤں میں تم سے کسی کو کہ اپنی اپنی مسند پر بیٹھ کر (ایسا مغرور ہو جائے کہ) جب میرا حکم اس کے پاس پہنچے تو (تکبر اور نخوت سے حقارت آمیز لہجہ میں) یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا حکم ہے؟ ہم جو قرآن میں پائیں گے فقط اس کی پیروی کریں گے۔"

سوالنمبر11 | سب سے پہلے کس امام نے منکرین حدیث کے رد میں رسالہ لکھا؟

جواب: فتنہ منکرین حدیث کوئی نیا فتنہ نہیں بلکہ آئمہ مجتہدین کے دور میں بھی موجود رہا ہے اور علماء امت اس کا رد کرتے رہے ہیں لیکن جس نے سب سے پہلا باقاعدہ "الرسالہ" اور "کتاب الام" تصنیف کی، جس میں قرآن پاک سے حدیث نبوی ﷺ کی حجیت اور مستند ہونا بیان کیا وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

سوالنمبر12 | آپ ﷺ نے احادیث مبارکہ کی حجیت کو کیسے بیان فرمایا؟

جواب: آپ ﷺ نے خود ہی احادیث مبارکہ کی محبت کے متعلق فرمایا:

"اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ"

ترجمہ: "آگاہ ہو جاؤ کہ مجھ کو قرآن دیا گیا اور بمقدار قرآن کے اور بھی احکام شریعت مجھ کو دیے۔"

اس حدیث مبارکہ سے محدثین نے احادیث مبارکہ کی حجیت کو بیان فرمایا ہے اور پوری اُمت چودہ سو سال سے اسے قبول کرتی چلی آرہی ہے۔

سوالنمبر13 | دسویں صدی میں منکرین حدیث کے خلاف باقاعدہ کس نے قلم اٹھایا؟

جواب: دسویں صدی میں حالات وضرورت کے مطابق شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اسی موضوع پر "مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج السنہ" کے نام سے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی۔

سوالنمبر14| احادیث مبارکہ کی حجیت کو ثابت کرنے کے لیے کس چیز کو بنیاد بنایا جاتا ہے؟

جواب: حدیث مبارکہ کی حجیت کو ثابت کرنے کے لیے فرضیت کو بنیاد بنایا جاتا ہے کہ جس چیز پر ایمان لانا فرض اور لازم ہو گا وہ چیز حجت ہو گی جس طرح کتب الٰہیہ اور ملائکۃ اللہ کی وحی حجت ہے اسی طرح انبیاء کرام کے ارشادات بھی قطعاً حجت ہیں۔

سوالنمبر15| اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان سے کیا مراد ہے؟

جواب: قرآن پاک میں جہاں ایمان باللہ کو بیان کیا گیا ہے وہیں ایمان بالرسول کو بھی بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جیسے اللہ کی ذات پر ایمان لانا فرض ہے ویسے ہی رسولوں پر ایمان بھی فرض ہے وگرنہ ایمان باللہ کے ساتھ کبھی بھی

ایمان بالرسول کو بیان نہ کیا جاتا اور ایمان بالرسول سے مراد صرف رسول پر اتاری گئی کتاب پر ایمان کافی نہیں ہے کیونکہ اگر صرف کتاب پر ایمان کافی ہوتا تو کتاب پر ایمان کو الگ اور رسول پر ایمان کو الگ سے بیان نہ کیا جاتا کیونکہ یہ دونوں مستقل الگ الگ عقائد ہیں جب کتاب پر ایمان فرض ہے تو اس میں موجود اور قول حجت ہے۔

سوال نمبر 16| کیا نبی کے اقوال وافعال حجت ہیں؟

جواب: نبی ﷺ کے اقوال وافعال کے حجت ہونے کی ایک بڑی اور بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ پر اتاری گئی کتاب قرآن کو نبی ﷺ کے اقوال وافعال سے الگ اور جدا کر کے سمجھا ہی نہیں جاسکتا کیونکہ جیسے قرآن کی آیات کے حوالے سے صرف نبی ﷺ کی بات ہی معتبر ہے ایسے ہی اس قرآن کے معنی ومفہوم کی تشریح کے لیے بھی نبی ﷺ کی بات ہی معتبر اور حجت ہوگی ورنہ کتاب کا ماننے والا ہر انسان کتاب کو اپنی عقل وخواہش کے مطابق سمجھنے کی کوشش کرے گا جو محال ہے اگر نبی ﷺ کے اقوال وافعال حجت نہ ہوتے تو انکار کرنے والے کافر نہ ہوتے۔

سوال نمبر 17| کیا نبی کے فیصلے پر رضامندی ضروری ہے؟

جواب: نبی ﷺ کے حکم پر راضی رہنے کے حوالے سے قرآن کہتا ہے:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (النساء:65)

ترجمہ: "نہیں، اے پیغمبر) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصل نہ بنائیں پھر تم جو کچھ فیصلہ کرو اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے آگے مکمل طور پر سر تسلیم خم کر دیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نبی ﷺ کے حکم کو دل وجان سے تسلیم کرنے کو ایمان کی بنیاد قرار دیا ہے اگر قرآن میں ہر اختلافی مسئلے کا حل موجود تھا تو پھر نبی ﷺ کے حکم کی کیا ضرورت تھی فقط قرآن کریم کی آیت پڑھ دینا کافی تھا قرآن پاک کی اس آیت سے بھی نبی ﷺ کے اقوال کا حجت ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

سوال نمبر 18| آپ ﷺ کی اطاعت سے کیا مراد ہے؟

جواب: اطاعت رسول ﷺ سے مراد آپ ﷺ کے اقوال وافعال کا حجیت ہونا ہے اور اس بات کو قرآن اس انداز میں بیان کرتا ہے:

"وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا" (الاحزاب:36)

ترجمہ: "اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حتمی فیصلہ کر دیں تو نہ کسی مومن مرد کے لیے یہ گنجائش ہے نہ کسی مومن عورت کے لیے کہ اُن کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی رہے اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔"

اس آیت میں مومن اور مومنہ کے لیے دو فیصلوں کا ماننا لازم ایمان قرار دیا گیا ہے ایک اللہ کا فیصلہ اور ایک رسول ﷺ کا فیصلہ پس اگر رسول کا قول و فعل حجت نہیں تو اس کا فیصلہ کیسے حجت، واجب التعلیم اور لازم ایمان ہو گا اس سے ثابت ہوا کہ رسول ﷺ کا فیصلہ قرآن کریم کے علاوہ ایک مستقل حجت ہے جس کا ماننا ایمان کے لیے لازم ہے۔ اور اس سے انکار گمراہی و کفر ہے۔

سوال نمبر 19| آپ ﷺ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے سے کیا مراد ہے؟

جواب: قرآن کریم میں رسول ﷺ کو واجب الاطاعت قرار دیا گیا ہے۔ بار بار رسول کو اطاعت خداوندی کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا گیا:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا"

ترجمہ: "اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار ہوں اُن کی بھی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے۔ تو اگر واقعی تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُسے اللہ اور اس کے رسول کے حوالے کر دو یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے. بلکہ قرآن نے اطاعت رسول کو عین اطاعت خداوندی اور بیعت رسول کو عین بیعت خداوندی قرار دیا ہے۔"

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ"

ترجمہ: "جو رسول کی اطاعت کر لے اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی۔"

قرآن کی ان آیات مبارکہ سے آپ ﷺ کے فعل، عمل. اور سنت کا حجت ہونا ثابت ہو رہا ہے کیونکہ اگر آپ ﷺ کا عمل اور سنت حجت نہ ہوتی تو اطاعت کو لازم اور ضروری قرار نہ دیا جاتا۔

سوال نمبر 20| سورۃ نجم میں آپ ﷺ کی کیا خصوصیت بیان کی گئی ہے؟

جواب: سورہ نجم میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے عمل اور قول کی حجیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" (النجم 41)

ترجمہ: "قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے (اے مکے کے باشندو) یہ تمہارے ساتھ رہنے والے صاحب نہ راستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔"

ان آیات میں ضلال اور غوایت دونوں کی نفی فرمائی دونوں میں فرق یہ ہے کہ "ضلال" علم کی گمراہی کو کہتے ہیں اور "غوایت" عملی گمراہی کو کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے نہ تو علم میں غلطی ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کے عمل میں غلطی ہے اور اسی سے آپ ﷺ کے قول و فعل کی حجیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اگر آپ ﷺ کا عمل (سنت) حجت نہ ہوتا تو "غوایت" کا لفظ استعمال نہ ہوتا اور اگر آپ ﷺ کا قول (احادیث) حجت نہ ہوتا تو "ضلال" کا لفظ استعمال نہ ہوتا۔ اگر آپ ﷺ کے قول و فعل حجت نہیں تو قرآن میں ان الفاظ کا استعمال بے معنی و بے مقصد ہے اور یہ قرآن پہ اعتراض وارد ہوتا ہے جبکہ قرآن کوئی بے مقصد و بے معنی بات بیان نہیں کرتا۔

سوالنمبر 21| انبیاء کا فرشتوں سے افضل ہونا انبیاء علیہم السلام کے کلام کی حجیت پر دلیل کیسے بنتا ہے؟

جواب: قرآن کریم کی نصوص عبارات اور اشتہارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا درجہ ملائکۃ اللہ سے بلند اور برتر ہے ملائکہ جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا اپنا لشکر اور اپنی فوج فرمایا:

کما قال تعالی : "وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ" (المدثر 31)

ترجمہ: "اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا"

ان کو اپنے انبیاء اور خلفاء کا معاون بنایا اور جب کبھی حضرات انبیاء کا اعداء اللہ سے مقابلہ ہوا تو اللہ کے لشکر یعنی فرشتوں نے انبیاء کرام کی تائید اور مدد کی اور اعداء اللہ کو تہ و بالا اور زیر و زبر کیا اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل اور برتر ہیں تو جب ملائکہ کے کلام اور وحی اور الہام کے حجت ہونے میں شیطان کو بھی شبہ اور تردد نہیں تو انبیاء کرام کے قول و فعل کے حجت اور واجب العمل ہونے میں بھی کوئی شبہ اور تردد نہیں ہونا چاہیے۔

سوالنمبر 22| منہاج و شریعت سے کیا مراد ہے؟

جواب: منہاج و شریعت کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

قال تعالیٰ "لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا" (المائدہ:48)

ترجمہ: "ہر ایک کو ہم نے ایک شریعت اور ایک طریق دیا ہے۔"

منہاج اور شریعت کے لفظ کا ذکر قرآن میں بار بار آیا ہے اور یہ الفاظ صرف نبی کے اقوال و افعال اور اس کے تکلم (بولنے) اور سکوت (خاموشی) کے مجموعے کا نام ہے جس کے مطابق زندگی گزارنا قرآن کریم نے فرض اور لازم قرار دیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا قول و فعل اور سکوت و کلام سب کا سب حجت ہے اور واجب اتباع ہے۔

سوالنمبر 23| اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن کا کیا مقصد بیان فرمایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ کے ہر ہر عمل اور قول کی حجیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا"

ترجمہ: "حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ سے اور یوم آخرت سے اُمید رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو "

اس آیت میں آپ ﷺ کے لیے "اسوہ حسنہ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کو سمجھنا بہت ضروری ہے کیونکہ یہی الفاظ آپ ﷺ کے قول و فعل کی حجیت پر بہت بڑی دلیل ہیں۔ اُسوہ حسنہ سے مراد آپ ﷺ کی مبارک زندگی کا ہر پہلو ہر لمحہ ہر گھڑی، ہر بات، ہر عمل ہر طریقہ ہر انداز اور عملی زندگی سے متعلق انفرادی و اجتماعی امور ہیں جب قرآن نے آپ ﷺ کے اسوۃ کو حجت قرار دے دیا تو درج بالا تمام امور بھی حجت بن جاتے ہیں۔

سوالنمبر 24| سورہ ال عمران میں مقصد نبوت کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟

جواب: سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ مقصد نبوت کو بیان فرمارہے ہیں:

"لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ" (آل عمران 164)

ترجمہ: "حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے انہیں پاک صاف بنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور جبکہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔"

اس آیت مبارکہ میں تین مقصد نبوت بیان کیے جارہے ہیں۔

(1) تلاوت آیات یعنی آیتوں کو پڑھ کر سنانا۔

(2) تزکیہ اخلاق و عمل یعنی امت کے ظاہری اور باطنی امراض کا معالجہ و اصلاح۔

(3) تعلیم کتاب اللہ یعنی کتاب اللہ کے معانی و مفہوم کو سمجھانا۔

اور ظاہر ہے کہ اس تعلیم کے لیے فقط تلاوت آیات کافی نہیں تلاوت اور شے ہے اور تعلیم اور شے ہے تلاوت کے معنیٰ محض الفاظ سنا دینے کے ہیں اور تعلیم کے معنی معانی اور مفاہیم کے سمجھانے کے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ نبی امت کے لیے معلم اور مربی بھی ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے تمام علماء قرآن کو یہ کہتے سنا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں کتاب اللہ کے بعد حکمت کا لفظ آیا ہے سب جگہ حکمت سے سنت نبوی مراد ہے۔ یہاں اگر منکرین حدیث کے

عقیدے کو لیا جائے کہ نبی کا مقصد صرف کتاب اللہ کو انسانوں تک پہنچانا ہی ہوتا ہے تو قرآن کی اس آیت پر اعتراض وارد ہوگا کہ پھر دوسرے دو بڑے اہم مقاصد نبوت تزکیہ اور تعلیم کتاب اللہ کون کرے گا اور ان کے کیا مطالب ہیں؟

سوالنمبر25| . اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن کا کیا مقصد بیان فرمایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نزول قرآن کے بنیادی مقصد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" (النحل۔144)

ترجمہ: "اُن پیغمبروں کو روشن دلائل اور آسمانی کتابیں دے کر بھیجا گیا تھا اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُن باتوں کی واضح تشریح کر دو جو اُن کے لیے اُتاری گئی ہیں اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔"

جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں مقصد نزول قرآن کو بیان کیا جا رہا ہے کہ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اُن کی عقلوں کے مطابق آسان اور عام فہم انداز میں سمجھا دیا جائے اور یہ کام صاحب کتاب ﷺ سے بہتر کرنا ممکن ہی نہیں ہے آپ ﷺ کو اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے یعنی قرآن مفاہیم سمجھانے کے لیے اپنے الفاظ استعمال کرنا پڑیں گے تو جن الفاظ (قرآن) کو سمجھانا مقصود ہے اور وہ حجت ہیں ویسے ہی جن الفاظ (احادیث) کے ذریعے سمجھایا جا رہا ہے وہ کیسے بے وقعت ہو سکتے ہیں وہ بھی حجت ہیں۔ اور عام انسان ان الفاظ (احادیث) کا زیادہ محتاج ہے قرآن فہمی کے لیے۔

سوالنمبر26| نبی کریم ﷺ کے فیصلے کے متعلق قرآن کیا کہتا ہے؟

جواب: آپ ﷺ کے فیصلے کی حجیت کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا" (النساء105)

ترجمہ: "بے شک ہم نے حق پر مشتمل کتاب تم پر اس لیے اتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس طریقے کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تم کو سمجھا دیا ہے اور تم خیانت کرنے والوں کے طرفدار نہ بنو"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اپنی نور بصیرت سے دیکھ کر فیصلہ کریں ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ اختلافات کا جو فیصلہ فرماتے تھے اس میں فقط آیات قرآنیہ نہیں پڑھ دیتے تھے بلکہ خداداد رائے سے اپنے الفاظ میں اس کا فیصلہ فرماتے تھے اور اس کا نام حدیث اور سنت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے فیصلے قرآنی اصولوں کی روشنی میں ہوتے تھے لیکن الفاظ مبارک آپ ﷺ کے اپنے ہوتے تھے تو جب فیصلہ جن اصولوں کی بنیاد پر ہو رہا ہے وہ حجت ہیں تو وہ الفاظ جو اُن اصولوں کی روشنی میں فیصلہ کر رہے ہیں کیسے بے معنیٰ و بے مقصد ہو سکتے ہیں تو وہ الفاظ (احادیث) بھی حجت ہیں۔

مثال: عدالتی فیصلے جن اصولوں پر ہوتے ہیں ان پر کسی کو اعتراض نہیں تو ان اصولوں کی بنیاد پر کیے جانے والے فیصلے پر بھی

اعتراض کا حق نہیں ہے عدالت میں جب فیصلہ ہوتا ہے۔ تو ان الفاظ کو بھی ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا جاتا ہے تاکہ حوالہ (ریفرنس) بنے۔

سوالنمبر 27| اطاعت رسول ﷺ پر محبت الہی کے حصول سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے حصول کو قرآن پاک میں بیان فرماتے ہیں:

"قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ " (آل عمران 31)

ترجمہ: "اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔"

اس آیت میں اللہ کی محبت کا معیار اور گناہوں کی مغفرت کا دارو مدار آپ ﷺ کے اتباع کو قرار دیا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ فَاتَّبِعُوا القُرآن یعنی اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو قرآن کا اتباع کرو اور جب آپ ﷺ کی ذات بابرکت کا اتباع واجب ہوا تو تمام اقوال کا اتباع خود اس میں داخل ہو گیا اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال ہی کا نام حدیث اور سنت ہے۔ ویسے بھی اللہ کی رضا اور محبت کا حصول کوئی چھوٹی بات نہیں ہے اور کسی بے فائدہ اور بے مقصد عمل سے اس کا حصول ممکن بھی نہیں ہے اس سے آپ ﷺ کے قول و فعل کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سوالنمبر 28| احادیث نبویہ کی تدوین تو زمانہ رسالت کے بہت بعد ہوئی۔ تو پھر احادیث کے الفاظ اور معنی کا محفوظ رہ جانا کیسے ممکن ہے؟

جواب: کسی بھی روایت اور خبر کا مکمل طور پر محفوظ رہنا دو باتوں پر منحصر ہے۔

حصہ اول.:۔

(1) قوت حافظہ

(2) روایت بیان کرنے والوں والے کے ساتھ سننے والوں کا تعلق

کسی بھی مضبوط تعلق میں دو بنیادی چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

اگر یہ دو چیزیں موجود ہوں تو کمزور حافظہ بھی قوی و مضبوط بن جاتا ہے اور خاص طور پر جب اتنے مضبوط تعلق کے ساتھ ساتھ روایت کرنے والا یہ بھی کہہ دے کہ جو میرے اس پیغام کو من و عن، آگے پہنچائے گا وہ "اجر عظیم" کا مستحق ہو گا عظمتا اور جو اس میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کرے گا اُس کا ٹھکانہ "جہنم" ہو گا تو کون سا ایسا عاشق صادق ہو گا جو اپنے محبوب کی نافرمانی کرے.؟

حصہ دوم:۔

صحابہ کے دلوں میں آپ ﷺ کی عظمت ایسی تھی کہ جب صحابہ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے تو اس قدر ادب اور خاموشی سے مگن ہو کر کہ اُن کے سروں پر پرندے آکر بیٹھ جاتے اور محبت صحابہ کی ایسی تھی کہ آپ ﷺ کے ایک حکم پر اپنی جان، مال اولاد حتیٰ کہ اپنا سب کچھ آپ ﷺ پر نچھاور کر دینے کے لیے تیار رہتے تھے۔ تو ایسی محبت و عظمت دلوں میں رکھنے کے بعد کیسے ممکن ہے کہ صحابہؓ کو آپ ﷺ کے مبارک فرامین یاد نہ ہوں بلکہ دل و دماغ پر نقش نہ ہوں۔

حصہ سوم:۔

آپ ﷺ اور صحابہؓ کے دور مبارک میں عرب میں علم کے محفوظ کرنے کے لیے اُسے یاد کیا جاتا تھا اور عرب لوگوں کا حافظہ بہت قوی بھی تھا علم کو لکھ کر محفوظ کرنے کو وہ لوگ عیب تصور کرتے تھے اُس دور میں احادیث مبارکہ کو نہ لکھنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔

سوالنمبر 29| آپ ﷺ کی اکثر احادیث روایت بالمعنیٰ ہیں یعنی الفاظ محفوظ نہیں تو پھر کیسے یقین سے یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ معنیٰ محفوظ ہوں گے ؟

جواب: حدیث فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات طیبات ہی کا نام نہیں بلکہ آپ ﷺ کے افعال و اقوال اور واقعات اور احوال جو آپ ﷺ کے سامنے پیش آئے سب ہی کو حدیث کہتے ہیں روایت باللفظ کی ضرورت صرف آپ ﷺ کے کلمات طیبہ اور احادیث قولیہ تک محدود ہے جو احادیث کا ایک قلیل حصہ ہے احادیث فعلیہ میں روایت باللفظ کا اعتراض ہیں وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ جس بھی صحابی نے آپ ﷺ کو کچھ عمل کرتے دیکھا تو اپنے الفاظ میں ہی اسے بیان کر دیا۔

جہاں تک بات ہے روایت باللفظ کی تو اذان، تشہد؟ اقامت احادیث قدسیہ، احادیث اخلاق، احادیث جوامع الکلم اور احکام کلیہ سب تقریباً باللفظ مروی ہیں۔ اس کے بعد روایت بالمعنی کی بات آتی ہے جو کہ بہت ہی قلیل ہیں اور روایت بالمعنی کو بھی بہت سخت اصولوں سے گزارنے کے بعد قبول کیا گیا ہے۔

لیکن اگر منکرین حدیث کو یہ پھر بھی قبول نہیں تو اعتراض تو پھر بھی صرف روایت بالمعنٰی پر ہی ہو گا نہ کہ تمام مجموعہ احادیث پر ۔ چند کی وجہ سے کل کا انکار ہی خلاف عقل ہے۔ اور روایت بالمعنٰی میں الفاظ کی تبدیلی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہی بات کو مختلف مواقع پر مختلف تعبیرات سے بیان فرمایا تو کسی صحابی نے ایک مجلس کے الفاظ نقل کیے اور کسی صحابی نے کسی دوسری مجلس کے الفاظ نقل کیے۔ ویسے بھی روایت بالمعنٰی جو مختلف راویوں سے مختلف الفاظ سے مروی ہو وہاں چند روایات کو ملانے سے اصل مضمون سامنے آجاتا ہے اور اعتراض باقی نہیں رہتا۔ اگر منکرین حدیث کو روایت بالمعنٰی کسی صورت قبول نہیں تو دنیا میں جتنا بھی ترجمے کا کام ہوا ہے وہ سب بے کار اور لغو ہے. ہو جائے گا کیونکہ اس میں بھی مترجم حقیقی الفاظ کو چھوڑ کر صرف معنٰی و مفہوم کو لیتا ہے.

سوالنمبر30| احادیث کے متن میں باہم تعارض ہے اور جس میں تعارضہو وہ کیسے حجت بن سکتی ہے؟

جواب: منکرین حدیث اگر حدیث کو چھوڑنے کی بنیاد اگر تعارض کو بناتے ہیں تو تعارض تو تاریخ میں بھی بہت ہے تو اس کا بھی انکار کر دیں اور جہاں تک احادیث میں تعارض کی بات ہے تو حقیقت میں وہ تعارض ہوتا نہیں جو ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں تطبیق ممکن ہے اور یہ کام اہل علم کا ہے اور جاہل اس ظاہری (الفاظ) اختلاف کو حقیقی تعارض پر محمول کرتا ہے جس سے اس کا جہل واضح ہوتا ہے۔

دوسری بات کہ تعارض والی احادیث ہیں کتنی؟

صرف احادیث احکام ہیں وہ بھی چند۔

چند احادیث کی بنیاد پر اعتراض کُل مجموعہ احادیث پر وارد کرنا خلاف عقل اور جہل ہے۔ اور اگر ظاہر تعارض میں کوئی تطبیق ممکن نہ ہو تو اس میں راجح اور احوط پر عمل کیا جائے گا جیسے آیات قرآنی کے تعارض میں تاریخ کا تقدم و تاخر دیکھ کر ناسخ و منسوخ کا حکم لگایا جاتا ہے۔

سوالنمبر31| موضوع صحیح وغیر صحیح تمام طرح کی احادیث آپس میں مخلوط اس قدر ہیں کہ صحیح وغلط کا اندازہ نہیں ہو سکتا اس لیے احادیث پہ اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

جواب: بعض حدیثوں کے موضوع ہونے سے یہ کیسے لازم آیا کہ کل ذخیرہ احادیث موضوع اور نا قابل اعتبار بن جائے گا بعض کا حکم کُل کو دینا خلاف عقل ہے جیسے دو افراد کے جھوٹا ہونے پر پورے شہر پر یہ حکم لگانا کہ اس شہر کے تمام آدمی جھوٹے ہیں خلاف عقل ہے جیسے ہر چیز کو پرکھنے کا پیمانہ ہے ایسے ہی محدثین نے اپنی زندگیاں لگا کر احادیث کو پرکھنے کے معیارات بھی طے کیے ہیں۔ جو دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مرتب کیے گئے ان علوم کو "علم اسماء الرجال" اور "علم جرح وتعدیل" کہا جاتا ہے۔ یہ محدثین نے ایسا پیمانہ اور فلٹر تیار کر دیا ہے کہ کوئی بھی من گھڑت جھوٹی یا موضوع روایت اس سے گزر کر مجموعہ احادیث کا حصّہ نہیں بن سکتی۔ حضرات محدثین نے احادیث قبول کرنے کے لیے راوی میں جن صفات کا ہونا لازمی قرار دیا ہے پہلے وہ پڑھ لیں تو منکرین کو اعتراض کی جرات ہی پیدا نہ ہو۔

وہ صفات درج ذیل ہیں:

(1) صادق ہو

(2) صحیح الفہم ہو

(3) صحیح الحافظہ ہو

(4) ثقہ اور متقی ہو

(5) محتاط ہو

(6) موضوع روایت کی ہمت اور شبہ بھی نہ ہو

(7) معروف ہو مجہول نہ ہو (8) روایت میں اختلاف اور تعارض نہ ہو

(8) سلسلہ سند اول سے آخر تک متصل ہو

(9) سلسلہ سند جس شخص پر منتہی ہو اس کے لیے یہ شرط ہے کہ جس امر کو وہ روایت کر رہا ہو بذات خود اس واقعہ میں شریک رہا ہو۔

اب ان خصوصیات کے حامل شخص سے روایت لینے کے بعد اعتراض کا کوئی پہلو یا جواز باقی بچتا ہے؟ صرف یہاں تک نہیں بلکہ حضرات محدثین نے احادیث کو پرکھنے کے لیے مزید دو معیار طے کیے ہیں۔

(1) معیار برہانی

(2) معیار وجدانی

سوالنمبر32| احادیث کو قبول نہ کرنے کی ایک بڑی وجہ ان کا خلاف عقل ہونا بھی ہے کیونکہ خلاف عقل چیز حجت نہیں بن سکتی۔

جواب: کوئی صحیح اور معتبر حدیث خلاف عقل نہیں۔ خلاف عقل وہ ہے کہ جس سے کوئی محال (ناممکن) لازم آئے جیسے (اجتماع نقیضین) دو متضاد چیزوں کا ایک وقت میں ایک جگہ جمع ہونا) تو ذخیرہ احادیث میں کوئی صحیح اور حسن تو کیا کوئی ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں جس سے کوئی محال لازم آئے لیکن اس کے لیے عقل سلیم کا ہونا ضروری ہے عقل سقیم معیار نہیں بن سکتی ہے یہ مسئلہ عقل کے خلاف ہونے کا نہیں بلکہ منکرین حدیث اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق قرآن کی تشریح کرنا چاہتے ہیں جو احادیث مبارکہ کی موجودگی میں ممکن نہیں۔ تو وہ پہلے احادیث کا انکار کرتے ہیں اور پھر قرآن کی من مانی تشریح کرتے ہیں اگر عقل کو ہی معیار بنایا جائے تو پھر بہت سے لوگ قرآنی آیات کو بھی خلاف عقل کہتے ہیں کیا اب منکرین حدیث قرآن کا بھی انکار کر دیں گے۔

سوالنمبر33| قرآن کریم ایک جامع کامل اور مکمل کتاب ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب یا چیز کی ضرورت کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب: قرآن پاک کے جامع و کامل ہونے سے یہ کیسے لازم آگیا کہ اس کو بغیر کسی کے سمجھائے سمجھا جا سکتا ہے اور اس کے سمجھنے کے لیے احادیث اور اقوال صحابہ کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی؟ منکرین حدیث کو پہلے تو جامع و کامل کا مطلب سمجھ لینا چاہیے تاکہ اعتراض کرنے سے پہلے سوچ سمجھ لیا کریں۔

جامع:

اس کا مطلب ہے کہ الفاظ تو کم ہیں لیکن اُن کے معنیٰ اور علوم و معارف بہت ہیں دریا کو کوزے میں بند کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنزَلَهُۥ بِعِلْمِهِۦ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُونَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا"

ترجمہ: یہ کافر لوگ مانیں یا نہ مانیں) لیکن اللہؐ نے جو کچھ تم پر نازل کیا ہے اُس کے بارے میں وہ خود گواہی دیتا ہے کہ اُس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور یوں تو اللہ کی گواہی ہی بالکل کافی ہے۔ (النساء-144)

یہ آیت بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ محدود الفاظ میں لامحدود علوم و معارف موجود ہیں جس کو سمجھانے کے لیے صاحب کتاب ﷺ سے بہتر استاد اور راہنماء کوئی اور ہو نہیں سکتا کیونکہ جو کتاب جتنی جامع ہوتی ہے اس کو سمجھانے کے لیے اتنا ہی بڑا ماہر استاد چاہیے۔

کامل:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی کتاب جس میں چھوٹے بڑے جز اور کل ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہو۔

اب قرآن کے جامع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے محکم اصول اور کلیات پر مشتمل ہے کہ قیامت تک آنے والی تمام جزئیات کے احکام اس سے حفظ مستنبط ہو سکیں گے اور یہی اس کتاب کا ایک بہت بڑا اعجاز ہے جو کتاب جتنی زیادہ کامل ہو گی اتنی ہی زیادہ محتاج بیان ہو گی جس سے اس کے سہل ہونے کا اظہار ہو گا جب تک کسی کتاب کے حقائق اور معارف کی تفصیل نہ کی جائے اُس وقت تک اس کتاب کا کمال نمایاں نہیں ہوتا مگر کامل کتاب کو سمجھنے کے لیے عقل بھی تو جامع اور کامل چاہیے جس سے منکرین حدیث محروم ہیں۔

سوالنمبر 34| صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ سوائے قرآن کے مجھ سے کوئی بات نہ لکھو" پس اگر حدیث حجت ہوتی تو آپ ﷺ اس کی کتابت سے منع کیسے فرماتے؟

جواب: پہلی بات تو منکرین حدیث سے یہ پوچھنی چاہیے کہ تم اپنے انکار حدیث کے عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے حدیث کو ہی کیسے دلیل بنا سکتے ہو؟ کیونکہ جس قول رسول ﷺ کو تم مجموعہ احادیث کا انکار کرنے کے لیے پیش کر رہے ہو بھی تو حدیث ہی ہے اور تمہارے عقیدے کے مطابق حدیث حجت نہیں تو پھر تمہارا یہ اعتراض ہی غلط ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں قرآن کے لکھنے کے اہتمام پر زور دیا گیا ہے تاکہ اس کی مکمل طور پر حفاظت ہو سکے کیونکہ قرآن میں معنی کی طرح الفاظ بھی مقصود بالذات کے درجے میں ہیں اور احادیث میں مقصود بالذات معانی ہیں الفاظ حدیث کی حفاظت معانی کی حفاظت کے لیے ہیں۔ اُس وقت خاص قرآن کی کتابت پر زور دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن اور حدیث کا فرق اور درجہ واضح ہو جائے۔

اور حدیث کو قرآن جیسا یا اس کے برابر نہ سمجھ لیا جائے اور نہ ہی قرآن و حدیث میں خلط ملط کا امکان باقی رہے۔ البتہ جن لوگوں نے از خود حدیث نبوی کی کتابت کی اجازت چاہی اُن کو اجازت دی اور وقت ضرورت خود بھی خاص خاص احکام اور خاص خاص خطبوں کے لکھنے کا حکم دیا۔ کتابت حدیث کی اجازت مانگنے والوں میں ایک خاص نام حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہر چیز لکھ لیا کروں یا صرف وہ الفاظ لکھا کروں جو آپ ﷺ فرحت و انبساط کی حالت میں فرمائیں آپ ﷺ نے اپنے ہونٹوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس منہ سے کوئی بات غیر حق نہیں نکل سکتی۔ "تم ہر چیز لکھ لیا کرو" (المستدرک، ج1ص106-105)

ایسے ہی آپ ﷺ نے خطبہ حجتہ الوداع کو لکھنے کا حکم دیا اور جو خطوط آپ ﷺ نے مختلف ممالک کے بادشاہوں کو بھیجے وہ بھی تو حدیث ہی ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے کتاب الصدقہ کے نام سے کچھ احادیث اہتمام سے لکھوائی تھیں جن میں جانوروں کی زکوٰۃ سے متعلق احکام تھے حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قیدوا العلم بالکتابۃ"(ابن عبد البر، جامع بیان العلم ج اص 73)

ترجمہ: "علم کو کتابت کے ساتھ مقید کرو"

باقی جہاں تک بات ہے کہ آپ ﷺ نے حدیث کی کتابت منع فرمایا تو وہ خاص حکم خاص وقت کے لیے تھا جو قرائن سے ثابت ہے اور قرآن اور حدیث کے فرق درجات اور خلط ملط ہونے کا خطرہ ختم ہو گیا تو آپ ﷺ نے حدیث کی کتابت کی نہ صرف اجازت مرحمت فرمائی بلکہ خود تاکید بھی فرمائی۔

سوال نمبر 34| حضرت ابو بکر و عمر فاروق کا احادیث کو جلانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ احادیث حجت نہیں ہیں۔

جواب: حضرات شیخین اور تمام صحابہ حدیث کی حجیت کو قبول کرتے تھے اور چند نقہ احادیث کو جلانے سے یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ حضرات حدیث کی روایت میں بے حد احتیاط کرتے تھے لیکن یہ عمل حدیث کی حجیت سے انکار پر قطعاً دلیل نہیں بن سکتا جہاں تک بات ہے ابو بکر کے احادیث مبارکہ کو جلانے کی تو یہ روایت معتبر نہیں ہے۔ دوسرا صحابہ کا عمل بھی تو حدیث کی ہی ایک قسم ہے تو پھر منکرین اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے حدیث کو ہی کیوں پیش کرتے ہیں جبکہ ان کے نزدیک یہ حجت نہیں۔ حضرت عمر کا صحابہ کو بلا کر کتابت حدیث پر یہ مشورہ کرنا ہی حجت حدیث پر دلیل ہے اور اس کی کتابت نہ کروانا احتیاط اور حکمت کے پیش نظر ہے صحابہؓ نے ترجیح کتابت کو نہیں بلکہ روایت کو دی ہے اگر احادیث حجت نہ ہوتیں تو صحابہ کبھی ان کو روایت بھی نہ فرماتے کیونکہ اگر وہ حجت نہیں تو ان کو روایت کرنے سے وقت کا ضیاع ہے جو ناپسندیدہ عمل ہے۔

حجیت حدیث پہ حضرات صحابہ کے چند واقعات:- حضرت ابو موسیٰ اشعری نے ایک دن لوگوں کو اپنی روایت فرمودہ حدیثوں کو لکھتے ہوئے دیکھ لیا فرمایا مجھ کو دکھلاؤ کیا لکھا ہے؟ اور پانی منگوا کر سب کو دھو ڈالا اور یہ فرمایا کہ "جس طرح ہم نے آپ ﷺ سے زبانی سن کر یاد کیا ہے ویسے تم بھی سن کر یاد کرو۔

زہری قبیصہ سے راوی ہیں کہ ایک جدہ یعنی داری اپنے پوتے کی میراث مانگنے ابو بکر کے پاس آئی ابو بکر نے فرمایا کہ میں دادی کے متعلق نہ تو کتاب اللہ میں کوئی حکم پاتا ہوں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فرمان مجھ کو اس بارے میں معلوم ہے۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں سے دریافت فرمایا تو مغیرہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جدہ (دادی) کو سوس (چھٹا حصہ) دلواتے تھے ابو بکر نے فرمایا اور بھی کوئی اس پر شاہد ہے محمد بن مسلمہ نے شہادت دی حضرت ابو بکر نے ان کی شہادت سن کر دادی کو چھٹا حصہ دینے کا حکم صادر فرمایا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ حدیث کی حجیت کے قائل تھے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعری آئے اور تین مرتبہ دروازے کے پیچھے سے فاروق اعظم کو سلام کیا مگر جب جواب نہ ملا تو واپس ہو گئے جب حضرت عمرؓ کو علم ہوا تو فوراً بلانے کے لیے قاصد روانہ کیا ابو موسیٰ واپس آئے تو فاروق اعظم نے دریافت کیا "لم رجعت" کیوں واپس ہوئے؟ تو ابو موسیٰ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص تین بار سلام کرلے اور اس کو جواب نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ حضرت عمر نے کہا کہ اس پر گواہ لاؤ ورنہ میں تمہارے ساتھ سخت معاملہ کروں گا۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ ہمارے پاس آئے تو ان کے چہرے کا رنگ فق تھا ہم نے پوچھا کیا ہوا ابو موسیٰ نے واقعہ بیان کیا اور یہ کہا کہ تم میں سے بھی کسی نے اس حدیث کو آپ ﷺ سے سنا ہے؟ ہم نے کہا کہ ہم میں سے ہر شخص نے اس حدیث کو آپ ﷺ سے سنا ہے اور ایک آدمی ابو موسیٰ کے ساتھ کر دیا جس نے جا کر حضرت عمر کو اس کی خبر دی۔ اس واقعہ سے بھی حدیث کی حجیت صحابہ کے نزدیک مسلم تھی ثابت ہوتا ہے۔